مرثیہ ۴۴

شہادت حضرت علی اکبرؑ

(۱)
دولت کوئی دنیا میں پسر سے نہیں بہتر راحت کو آرام جگر سے نہیں بہتر
لذت کوئی پاکیزہ ثمر سے نہیں بہتر نکہت کوئی بوئے گلِ تر سے نہیں بہتر
صدموں میں علاجِ دلِ مجروح یہی ہے
ریحاں ہے یہی روح یہی رُوح یہی ہے

(۲)
مالک سے بچھڑے گھر کے اُجڑ جانے کو پوچھو گھر والوں سے یہ تفرقہ پڑ جانے کو پوچھو
ماں باپ سے قسمت کے بگڑ جانے کو پوچھو شبیرؑ سے اکبرؑ کے بچھڑ جانے کو پوچھو
اللہ نہ دکھلائے الم نورِ نظر کا
بہہ جاتا ہے آنکھوں سے لہو قلب و جگر کا

(۳)
جس وقت کہ اکبر کو لگا زخم جگر کا سینہ میں رُکا آکے دم اس رشکِ قمر کا
گرتے ہوئے گھوڑے سے خیال آیا پدر کا چلائے کہ اب کوچ ہے دنیا سے پسر کا
بیکس کی مسافر کی خبر لیجئے بابا
اپنے علی اکبرؑ کی مدد کیجئے بابا

(۴)
بیٹے کی صدا سن کے ہوا صدمہ جانکاہ اک ہوک کلیجہ میں اٹھی بیٹھ گئے شاہؑ
معلوم ہوا جان چلی آہ کے ہمراہ دل تھام کے ہاتھوں سے کہا یا اسد اللہ
رنگ اڑ گیا تھا گیسوؤں پر گرد پڑی تھی
تیورا کے جو سنبھلے تو بصارت میں کمی تھی

٥
چلّانے بتا دو علی اکبرؑ کدھر آئیں — ڈھونڈیں تمہیں اب بحر میں یا سوئے بر آئیں
بیتاب ہے دل قلب میں لشکر کے در آئیں — تم اُٹھ نہیں سکتے تو ہمیں لاش پہ آئیں
ماں باپ کے جینے کا مزا لے گئے بیٹا
عہدہ جو تمہارا تھا ہمیں دے گئے بیٹا

٦
بیٹا ہمیں پھر یا ابتا کہہ کے پکارو — مظلوم و غریب الغربا کہہ کے پکارو
ناشاد و گرفتارِ بلا کہہ کے پکارو — لب تشنہ و مذبوحِ قضا کہہ کے پکارو
جو وقت معیّن ہے وہ ہرگز نہ ٹلے گا
خنجر مری گردن پہ اِسی طرح چلے گا

٧
لے آئی جو بے تابیٔ دل لاشِ پسر پر — جھکتے ہی نظر پہلے پڑی زخم جگر پر
اِک تیر لگا قلبِ شہ جن و بشر پر — سینہ پہ کبھی ہاتھ کو مارا کبھی سر پر
اوپر کے دم اِس شیر کو بھرتے ہوئے دیکھا
بابا نے جواں بیٹے کو مرتے ہوئے دیکھا

٨
ہونٹوں پہ زباں رُخ پہ عرق خاک پہ گیسو — پتھرائی ہوئی آنکھیں کٹے تیغوں سے بازو
گردن تو کج اور حلق پہ اک تیرِ سہ پہلو — چہرے پہ لہو گالوں پہ ڈھلکے ہوئے آنسو
تھی زیرِ لب آواز کہ آقا نہیں آتے
نزدیک اجل آ گئی بابا نہیں آتے

٩
اے دردِ جگر تھم کہ شہ بحر و بر آلیں — اے جان نہ گھبرا شہ جن و بشر آلیں
اے روح توقف شہِ والا اِدھر آلیں — اے موت ٹھہر جا پدر آلیں پدر آلیں
ارمان دلِ زارِ پسر ہوش میں نکلے
حسرت ہے کہ دم باپ کی آغوش میں نکلے

چلائے شہِ دیں علی اکبرؑ پدر آیا (۱۰) اُٹھو مرے پیارے مرے دلبر پدر آیا
تم ڈھونڈتے تھے اے مہِ انور پدر آیا ناشاد پدر بے کس و بے پر پدر آیا
کچھ دل کی کہو بات کرو ہوش میں آؤ
صدقے پدر آؤ مری آغوش میں آؤ

منہ کھولے ہو کیوں تیر کو گردن سے نکالوں (۱۱) گر درد نہ ہو ہاتھوں سے بازو کو سنبھالوں
گرتا ہے پہاڑ اس کو میں کس طرح سے ٹالوں مرتے ہوئے دیکھوں جسے آغوش میں پالوں
بہہ بہہ کے لہو میں جگر آتا ہے تمہارا
سینہ سے کلیجہ نظر آتا ہے تمہارا

کچھ منہ سے تو بولو علی اکبرؑ علی اکبرؑ (۱۲) آنکھوں کو تو کھولو علی اکبرؑ علی اکبرؑ
رخصت بھی تو ہو لو علی اکبرؑ علی اکبرؑ لو باپ کو رو لو علی اکبرؑ علی اکبرؑ
دولہا بھی اس آرام سے سوتے نہیں بیٹا
ہم روتے ہیں اور تم ہمیں روتے نہیں بیٹا

غش میں جو سنی باپ کی آواز پسر نے (۱۳) بس ہاتھوں کو پھیلا دیا اس تشنہ جگر نے
لپٹا لیا چھاتی سے شہِ جن و بشر نے منہ کھول کے دکھلائی زباں تشنہ جگر نے
فرمایا کہ قطرہ مرے جانی نہیں ملتا
مجبور ہوں بیٹا مجھے پانی نہیں ملتا

یہ سنتے ہی بس آنکھوں سے آنسو ہوئے جاری (۱۴) منہ پھیر کے دیکھا سوئے صحرا کئی باری
کی عرض حضور آئی ہے زہرا کی سواری پھر درد اٹھا سینہ میں اور غش ہوا طاری
کھولے ہوئے آنکھوں کو مسافر ہوئے اکبرؑ
ہچکی کا بس آنا تھا کہ آخر ہوئے اکبرؑ

۱۵
لکھا ہے کہ نکلا علی اکبرؑ کا اِدھر دم — نکلی درِ خیمہ سے اُدھر زینبِؑ پُرغم
سر ننگے تھیں پیچھے کئی سیدانیاں باہم — سر پیٹتی تھی کوئی کوئی کرتی تھی ماتم
ہلتا تھا فلک نالہ و فریاد و فغاں سے
اِک حشر تھا ہے ہے علی اکبرؑ کی صدا سے

۱۶
چلاتی تھی جنگل کی مجھے راہ بتا دو — سیدانی ہوں رستہ مجھے للہ بتا دو
لاشہ پہ کدھر ہیں شہِ ذیجاہ بتا دو — کس ابر میں پنہاں ہے مرا ماہ بتا دو
آنکھوں میں بصارت نہیں میں جاؤں کدھر کو
میں پہلے پہل ڈھونڈنے نکلی ہوں پسر کو

۱۷
زینبؑ کی صدا سنتے ہی دوڑے شہِ والا — دامانِ عبا فرق پہ ہمشیر کے ڈالا
فرمایا قدم گھر سے ہے کیوں تم نے نکالا — اے بنتِ علیؑ مر گیا وہ گیسوؤں والا
ٹکڑے ہے بدن کشتۂ شمشیر ہے اکبرؑ
دیکھو گی کیسے خاک کی تصویر ہے اکبرؑ

مرثیہ ۴۵

شہادت حضرت علی اکبرؑ

۱
پدر کی موت ہے مرنا جوان بیٹے کا — سفر جہان سے کرنا جوان بیٹے کا
غضب ہے خون میں بھرنا جوان بیٹے کا — ستم ہے جی سے گزرنا جوان بیٹے کا
شباب تھا کہ شہِ مشرقین سے چھوٹے
محبّو پیٹو کہ اکبر حسینؑ سے چھوٹے